پاکستان کسان مزدور تحریک

نیوز لیٹر

ایڈیٹوریل ٹیم : علی اکبر، راجہ مجیب، ظہور جوئیہ، نوید اقبال اور عذرا طلعت سعید

جولائی تا دسمبر 2012

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 2

جدوجہد تیز ہو.....

گزشتہ برسوں کی طرح اس سال بھی 16 اکتوبر کو عالمی یومِ خوراک منایا گیا۔ عالمی یوم خوراک منانے کا بظاہر مقصد خوراک کے حوالے سے درپیش مسائل کو اجاگر کرنا ہوتا ہے تا کہ حکمراں طبقوں کی اس جانب توجہ مبذول ہو سکے۔ اس بظاہر مقصد کے برخلاف اگر حقائق کو عوام کی نظر سے دیکھا جائے تو خوراک جیسے مسئلے کے پیچھے ظلم کے بے شمار ابواب کھلتے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال حکومتی سطح پر خوراک کے تحفظ کا نعرہ ہے جس کی مد میں کارپوریٹ فارمنگ اور دیوہیکل زرعی کمپنیوں کی زراعت کے شعبے پر اجارہ داری ہے۔ اس اجارہ داری کے نتائج کہیں وسائل پر قبضے کی صورت میں ہمارے سامنے آرہے ہیں تو کہیں آبادیوں میں خوراک کی شدید کمی کی شکل میں۔ دراصل خوراک کی اس شدید کمی کی پیچھے منافع پر مبنی عالمی سیاست کارفرما ہے۔ جس میں خوراک جیسی انتہائی بنیادی ضرورت کو منافع سے جوڑنا، نت نئے طریقے زراعت کو متعارف کرواتے ہوئے کیمیائی کھاد اور ادویات کے حوالے سے منڈی پیدا کرنا، خوراک کی پیداوار سے جڑے ہوے قدرتی وسائل مثلاً پانی، بیج اور زمین پر قبضہ وغیرہ شامل ہیں۔ ظلم اور استحصال کی یہ وہ بہیمانہ شکلیں ہیں جس سے اس نظام کا تسلط مزید گہرا ہوتا جارہا ہے۔ ظلم کی تمام تر شکلوں کو نظرانداز کرتے ہوئے محض بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے خوراک کی پیداوار بڑھانا حقیقت میں مسائل سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

ان تمام عوامل کی صداقت پرکھنے کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا بھر میں اور خصوصاً تیسری دنیا میں خوراک کی کمی کا شکار زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کا خوراک کی پیداوار میں سب سے اہم کردار ہے یعنی کسان، کھیت مزدور، عورتیں اور بچے، جبکہ دوسری جانب شہری اشرافیہ جن کا خوراک کی پیداوار سے بالکل بھی تعلق نہیں، محض قوت خرید کے بل بوتے پر خوراک کا جیسے اور جتنا چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے پروردہ ''دانشور'' یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ عوام کے لیے اس خطے میں جو کبھی خوراک کی ٹوکری کہلاتا تھا خوراک تک رسائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشکل سے مشکل تر ہوتی جائے گی۔ دوسری جانب وہ انہی اداروں سے اپنی وفاداری کو نبھاتے ہوئے کارپوریٹ ایگریکلچر پالیسیوں کو متعارف کرواتے ہیں جس کے تحت کارپوریٹ سیکٹر کو پھل اور دیگر اشیاء برآمد کرنے کی سہولتوں کے علاوہ پاکستان کی زرعی زمین کی لیز حاصل کرنے کی جگہ فراہم کی جارہی ہے جو کہ بین الاقوامی سرمایہ دار کمپنیوں کے لیے ایک محفوظ اور منافع بخش کاروبار کے مترادف ہے۔

المیہ یہ ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان میں گلوبلائزیشن / عالمگیریت کے بڑھتے شکنجے اور خوراک کی مکروہ عالمی سیاست کے خلاف کوئی بھی مربوط سیاسی یا سماجی تحریک ماضی قریب تک منظّم نہ ہو سکی جسکی بنیادی وجوہات میں ملکی سیاسی وسماجی اداروں کی حقائق سے چشم پوشی، مذہبی اور لسانی تفریق کے ساتھ ساتھ استحصالی معاشی نظام کی جکڑن موجود تھی۔ مزید برآں عوام کے سیاسی اور سماجی جرٹت کے عمل کو سبوتاژ کرنے کے لیے سول سوسائٹی بھی درحقیقت استعمار کی ہمجولی کا کردار ادا کرتی رہی ہے۔

ہمارا ماننا ہے کہ بنی نوع انسان کو درپیش مسائل بشمول غربت، بھوک، بیماری اور ذہنی افلاس کی سب سے بڑی وجہ استحصال پر مبنی معاشی نظام ہے جس کو تبدیل کیے بنا اکثریتی عوام کے مسائل کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس حوالے سے ایک کوشش فلپائن کے کسانوں کی جدوجہد ہے جس کے نتیجے میں انہوں نے حکمران خاندان سے تقریباً 5,000 ہیکٹر زمین حاصل کرلی ہے۔ اسی طرح پاکستان کسان مزدور تحریک کے ممبران نے روایتی بیج جمع کرنے اور کاشت کرنے کا سلسلہ شروع کر کے خوراک کی خودمختاری کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک ایسا پلیٹ فارم ہے جو محروم اور مظلوم طبقات کی نمائندگی کرتا ہے اور استعماری طاقتوں کی ظالمانہ پالیسیوں کے خلاف مزاحمت کے ساتھ ساتھ عوام میں سیاسی شعور اور سماجی بیداری کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری جدوجہد عوام کی معاشی، سیاسی اور سماجی بااختیاریت پر ختم ہوگی۔

فہرست مضامین:

- سیڈ بینک
- سیاسی تربیتی پروگرام
- 16 اکتوبر: بھوک کا عالمی دن
- پریس کانفرنس اسلام آباد
- بھوک کا عالمی دن: زمینوں کے قبضے...
- چاچا محمد شریف...
- موسمی بحران: پائیدار حل کی ضرورت

پاکستان کسان مزدور تحریک نیوز لیٹر روٹس فارا یکوٹی اور میز ریور کے تعاون سے شائع ہوا ہے۔

سیکرٹریٹ: اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون 34813320 9221+ فیکس 34813321 9221+ ای میل pkmt.pk@gmail.com

سیڈ بینک

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کے ممبران نے مشترکہ طور پر 2010 میں فلپائن میں قائم ماسی پاگ ادارے کا دورہ کیا۔ اس ادارے نے زرعی ماہرین اور کسانوں کے باہم تعاون سے کام کرتے ہوئے چاول کا سیڈ بینک قائم کیا ہے جہاں پر 2010 تک چاول کی تقریباً ایک ہزار اقسام تیار کی گئی تھیں۔ اس سیڈ بینک کا پس منظر سبز انقلاب سے جڑا ہوا ہے جن میں نئی بیجوں کو متعارف کروایا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے بیشمار قیمتی روایتی بیجیں ختم ہوگئی ہیں۔ فلپائن میں کسانوں کی خودمختاری کے حوالے سے کی جانے والی اس کوشش کو پاکستان میں بھی روٹس فار ایکوٹی نے اسی عزم کے ساتھ شروع کیا۔ ماسی پاگ فلپائن سے لائی گئی چاول کی آٹھ بیجوں کی روٹس فار ایکوٹی نے باقائدہ طور پر ماتلی، سندھ میں ایک ایکڑ سے بھی کم زمین لے کر کاشت شروع کی۔ اس کے علاوہ فلپائن کی ان بیجوں میں سے کچھ کی پاکستان

کسان مزدور تحریک کے کسانوں نے رضاکارانہ طور پر اپنے علاقوں میں بھی کاشت شروع کی جس میں گھوٹکی، شکارپور اور خیرپور شامل تھے۔

سال 2011 میں چاول کے لیے زمین میں گوبر کھاد کا استعمال کیا گیا۔ اس سیزن میں کیمیائی کھاد اور ادویات کے بغیر کی گئی کاشت کا احوال مندرجہ ذیل ہے:

ٹیبل 1

نمبر	قسم	پیداوار کلو گرام	تعاون
1	M 312-1	4.85	ماسی پاگ
2	M 158-6	5.40	ماسی پاگ
3	M 169-2	5.15	ماسی پاگ
4	M 228-1	3.55	ماسی پاگ
5	M 159-2	1.75	ماسی پاگ
6	M 336-1	7.8	ماسی پاگ
7	M 48-1-5	2.7	ماسی پاگ
8	M 197-3	1.6	ماسی پاگ

ملک بھر میں روایتی بیجوں کی تلاش کے کام کا آغاز کیا گیا اور گندم، چاول اور سبزیوں کے بیجوں کو جمع کیا گیا۔ چاول کی کٹائی کے بعد گندم کے روایتی بیجوں اور سبزیوں کی کاشت کے سلسلے میں روایتی کھیتی باڑی کو اپناتے ہوئے بیلوں کے ذریعے ہل، گوبر کھاد کے استعمال کے ساتھ ساتھ چاول کا بھوسہ بھی ڈالا گیا لیکن اس سیزن میں پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے ہماری کافی بیجیں ضائع ہوگئیں۔ اس سیزن کی کاشت اور پیداوار کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ٹیبل 2

کوڈ نمبر	قسم	پیداوار 2011	تعاون	پیداوار 2012
WRT001		400gm	محمد سکندر، یار محمد	-
WRT002		225gm	غلام	-
WRT003	سندھی ٹھوڑی	140gm	عبدلرزاق	-
WRT004		150gm	علی نواز جلبانی	250gm
WRT005	سندھی ٹھوڑی	150gm	گلاب	1150gm
WRT006	سندھی ٹھوڑی	150gm	علی نواز جلبانی	3kg
WRT007	وطن	100gm	احمد دین	-
WRT008	وطن	125gm	علی شیر	800gm
WRT009	سندھی	50gm	میر حسن	110gm
WRT010	سندھی ٹھوڑی	120gm	مصری	2kg
WRT011	سحر	150gm	محمد بخش	-
WRT012	سندھی	30gm	غلام علی	-
WRT013	وطن	80gm	حضور بخش	-
WRT014	مکھن	5kg	مکھن	26kg

ان حالات کے پیش نظر روٹس فار ایکوٹی نے ماتلی میں ایک اور جگہ تقریباً 1.5 کنال زمین لے کر ماڈل فارم قائم کیا۔ زمین کی تیاری میں روایتی طریقہ کھیتی باڑی کو اپناتے ہوئے بیلوں کے ذریعے ہل، گوبر کھاد، گندم کی جھاڑ اور بھوسے کا استعمال کیا گیا۔ زمین میں پانی کے لیے ایک چھوٹا تالاب بھی بنایا گیا تاکہ ماحولیاتی توازن کو یقینی بنایا جاسکے۔ سیزن کے حوالے سے چاول کی کاشت اور پیداوار کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ٹیبل 3

نمبر	قسم	وزن گرام	تعاون	پیداوار کلوگرام
1	M 312-1	500	ماسی پاگ	42.9
2	M 158-6	500	ماسی پاگ	33.4
3	M 169-2	500	ماسی پاگ	56.6
4	M 228-1	500	ماسی پاگ	66.35
5	نامعلوم	250	علی نواز جلبانی	12.55
6	M 159-2	500	ماسی پاگ	43.15
7	M 336-1	500	ماسی پاگ	13.6
8	IRRI 6	200	علی نواز جلبانی	28.05
9	Super	370	علی نواز جلبانی	19.2
10	M 48-1-5	500	ماسی پاگ	71.55
11	M 197-3	500	ماسی پاگ	30.3
	کل وزن	4820	کل پیداوار	417.65

اسی سیزن میں چاول کے انہیں بیجوں کو مزید تین جگہوں پر پاکستان کسان مزدور تحریک کے ممبران کو بھیجا گیا جس میں ماتلی، بدین اور شکار پور شامل تھے۔ شکار پور میں بارشوں کی وجہ سے چاولوں کی کاشت ممکن نہ ہو سکی۔ بدین میں پچھلے سال کی بارشوں کی وجہ سے سیلابی زمین میں تقریباً بیج ضائع ہوگئی۔ جبکہ ماتلی میں ماسٹر رمضان نونکانی کے کھیت میں چاول کے حوصلہ افزاء نتائج رہے۔ چاول کی کچھ اقسام کو بیماری لگ گئی تھی تو اس بیماری کے تدارک کے لیے نیم کے پتوں کا عرق نکالا اور اسے پانی میں ملا کر چاول کی فصل پر چھڑکاؤ کیا تو بیماری ختم ہوگئی، یہ تجربہ بھی کامیاب رہا۔

چاول کی کٹائی کے بعد اب گندم اور سبزیوں کے لیے زمین تیار کی جا رہی ہے۔

اس سیزن میں کاشت اور پیداوار کی تفصیل آئندہ کسی شمارے میں شائع کی جائے گی۔

سیاسی تربیتی پروگرام

صوبہ سندھ، پنجاب اور خیبر پختون خواہ کے کچھ اضلاع میں چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے لیے سیاسی تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس کا بنیادی مقصد پاکستان کے چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو متحد کرنا اور ان میں اپنے بنیادی حقوق کے حوالے سے سیاسی شعور اور آگہی پیدا کرنا ہے۔ تحریک میں اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ کسان کی خوشحالی اور ان کی خوراک کی خود مختاری کسانوں میں زمین کی برابر تقسیم اور پائیدار زراعت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

صوبہ	اضلاع	تاریخ
سکھر، سندھ	سکھر، شکار پور، گھوٹکی، بدین، ٹنڈو محمد خان اور میر پور خاص	3-4 جولائی 2012
ملتان، پنجاب	ملتان، راجن پور اور رحیم یار خان	29-30 اگست 2012
حیدر آباد، سندھ	سکھر، شکار پور، گھوٹکی، بدین، ٹنڈو محمد خان اور میر پور خاص	19-20 ستمبر 2012
پشاور، خیبر پختونخواہ	پشاور، ہری پور، مانسہرہ اور دیر	29-30 ستمبر 2012
ساہیوال، پنجاب	ساہیوال	23 اکتوبر 2012
رحیم یار خان، پنجاب	رحیم یار خان	24 اکتوبر 2012

تحریک کے حوالے سے سیاسی تربیتی پروگرام میں اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ پاکستان کسان مزدور تحریک مذہب، رنگ، نسل، علاقائی اور لسانی تعصب سے بالاتر ہو کر ملک کے تینوں صوبوں میں کام کر رہی ہے البتہ بلوچستان میں کام نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ وہاں کے حالات ہیں۔ سیاسی تربیتی پروگرام کی پہلی سرگرمی ایک بنیادی سوالنامے پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس ضمن میں شرکاء سے آٹھ سوال حل کروائے جاتے ہیں تاکہ تمام شرکاء کے بنیادی سیاسی شعور کو سمجھا جا سکے۔ سوالنامے کے بعد دوسری سرگرمی شرکاء سے مختلف سیاسی، سماجی، معاشی اور ماحولیاتی مسائل کی نشاندہی کروانا ہوتی ہے۔ مسائل نشاندہی کچھ اس صورت میں سامنے آتی ہے:

سماجی مسائل

صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولتوں کا نہ ہونا، پینے کے صاف پانی کی سہولت کا نہ ہونا، گیس کی سہولت کا نہ ہونا، دیہاتوں میں پکی سڑکوں کا نہ ہونا، آگاہی کا فقدان، زمینداروں کے کسانوں پر مظالم، دیہاتوں میں لڑکیوں کے لئے تعلیم کا نہ ہونا، روزگار کا مسئلہ، خوراک کا مسئلہ، عورتوں پر ظلم اور قتل عام۔

سیاسی مسائل

سیاسی نمائندوں کا اپنے حلقے میں عدم تعاون، عام آدمی کا فیصلہ سازی میں کوئی کردار نہیں، ووٹ کا حق نہیں، لاقانونیت، پولیس جاگیرداروں کی خدمت میں مصروف، زراعت میں پانی پر جاگیرداروں کا قبضہ، جاگیردار اور امرا کے بچے بڑے بڑے اسکولوں میں پڑھتے ہیں جبکہ غریبوں کے بچوں کے لیے سرکاری اسکولوں کے دروازے بھی بند کر دیے گئے ہیں، اسکولوں کو بیٹھک، گودام یا مویشیوں کے رہنے کی جگہ بنایا جاتا ہے۔

معاشی مسائل

مہنگائی، بے روزگاری، نقلی بیج، زرعی کیمیائی ادویات، کھاد اور ٹریکٹر وغیرہ کی مہنگائی۔

ماحولیاتی مسائل

بارش یا سیلاب کے دوران نکاسی آب کے لئے حکومت کا عدم تعاون۔

شرکاء کی طرف سے بتائے گئے تمام مسائل کو زرعی پالیسی اور سبز انقلاب سے جوڑ کر شرکاء کو آگاہ کیا گیا کہ 1960 کی دہائی میں امریکہ نے پاکستان کو زراعت میں ترقی کے نام پر تیکنیکی حل دیے جس میں کھاد، زرعی مشینری، زرعی ادویات اور زیادہ پیداواری بیج شامل تھے۔ سیاسی تربیتی پروگرام میں اس بات کا بھی غور سے جائزہ لیا جاتا ہے کہ سبز انقلاب جیسی پالیسیوں کی وجہ سے صرف اور صرف امریکی سرمایہ کاروں کی بڑی بڑی فاؤنڈیشن، کمپنیوں اور جاگیرداروں کو ہی فائدہ ہو رہا ہے۔ زراعت کی تمام اشیاء، کیمیائی کھاد، زہریلی ادویات، جینیاتی یا ہائبرڈ بیج، ٹریکٹر اور دیگر زرعی آلہ جات انہی کمپنیوں کے فروخت ہوتے ہیں اور ان کے منافع میں بیش بہا اضافہ ہوتا ہے۔ سبز انقلاب نے روایتی طریقہ زراعت کو مشینی طریقہ زراعت میں تبدیل کر کے ہل کے بجائے ٹریکٹر کو فروغ دیا ہے، روایتی بیجوں کی بجائے مصنوعی بیجوں کی ترغیب دی گئی ہے اور دیسی کھاد (گوبر) کی بجائے کیمیائی کھاد کو پروان چڑھایا ہے۔

سبز انقلاب اور اس سے پیدا ہونے والے تمام مسائل نو آبادیاتی نظام سے جوڑتے ہوئے شرکا کو معلومات دی گئی کہ 1500 سے 1800 عیسوی کے دوران ہالینڈ، برطانیہ، سپین اور پورتگال جیسے ممالک نے لاطینی امریکہ، ایشیا اور افریقہ جیسے براعظموں کے ممالک پر قبضہ کر کے ان ممالک سے زرعی اشیا، چینی، چاندی وغیرہ کو اپنے ممالک میں بڑے پیمانے پر برآمد کرنا شروع کر دیا تھا۔ نو آبادیاتی تاریخ بتاتی ہے کہ افریقہ سے غلام، سونا، آئیوری، لوہا وغیرہ برآمد کیا اور ایشیا سے کپڑا، سلک، مصالحات، جواہرات وغیرہ برآمد کیے گئے۔ نو آبادیاتی نظام کے اس دور میں افریقہ سے 93,91,100 غلاموں کو امریکہ بھیجا گیا۔ اس سرگرمی کے ذریعے شرکاء نے نو آبادیاتی ممالک کے نہ صرف قبضے کی بنیادی وجوہات کو سمجھا بلکہ نو آبادیاتی ممالک کی جغرافیائی حدود کو مزید سمجھنے کے لیے دنیا کے نقشے پر ان ممالک کی پہچان کرنے کی سرگرمی میں بھی حصہ لیا۔

فلیش کارڈ سرگرمی

اس سرگرمی کے ذریعے شرکا کو چار گروپس میں تقسیم کر کے مختلف تصاویر کی پہچان کروائی گئی جس میں انہوں نے سبز انقلاب، سرمائیداری، جاگیرداری، پائیدار زراعت، غربت اور دیگر مسائل کی نشاندہی کی جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

سبز انقلاب کا نعرہ کالے انقلاب میں تبدیل ہو گیا۔ بیج، کھاد اور ڈی اے پی بلیک پر بیچا جا رہا ہے، دوائیاں نقلی مل رہی ہیں۔ پانی بھی پیسوں کا لینا پڑتا ہے، خرچہ زیادہ ہو گیا، زمین سے آمدنی کم ہو گئی ہے، یوریا اور ڈی اے پی کی وجہ سے زمین نشہ آور ہو گئی ہے، زرعی زہریلی ادویات، کھاد وغیرہ کے استعمال سے مویشیوں اور انسانوں میں بیماریاں بڑھ رہی ہیں۔ سبز انقلاب نے صرف زمیندار کو فائدہ دیا ہے، جبکہ ہاری/کسان کا خرچہ دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ غریب کے بچے زمین پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں جبکہ امیروں کے بچے پکے اور مہنگے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ مزدور کو پہننے کے لیے کپڑے بھی نہیں اور وہ بھوک کا بھی شکار ہیں جس کی وجہ سے کمزور ہیں۔ جبکہ زمیندار صحت منداور عمدہ کپڑے میں ملبوس ہیں۔ غریب عورت ہمیشہ مزدوری کرتی ہے اور امیروں کی عورتیں حویلیوں میں بند رہتی ہیں۔ غربت کی ایک وجہ مصنوعی بیجیں، زہریلی ادویات اور کھادیں ہیں۔ مزدور کام کر کے بیل گاڑیوں میں سفر کرتا ہے جبکہ امیر بڑی گاڑیوں میں سفر کرتا ہے، غریب کے لیے پینے کا پانی بھی میسر نہیں اور عورتوں کو پانی بھرنے کے لیے ہمیشہ دور جانا پڑتا ہے۔ مشین کی وجہ سے مزدور کی مزدوری ختم ہو گئی ہے۔ طبقاتی فرق ہے۔ عورتوں کے پاس بنیادی سہولتوں نہیں۔ مزدور کی زندگی کا معیار بہت کم ہے، امیر بڑی بڑی عمارتوں میں رہتے ہیں۔

تاریخ میں مختلف معاشی نظام کے حوالے سے شرکا کو بتایا گیا کہ انسان ابتدائی دور میں اشتراکیت کی زندگی بسر کرتا تھا جس میں سب انسان ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے لیکن اس کے بعد غلامی کا دور آیا۔ اس دور میں طاقتور انسانوں نے کمزور انسانوں پر قابض ہونا شروع کر دیا اور غلام بنا کر جبری مشقت کروائی گئی۔ پھر جاگیرداری نظام کی شروعات ہونے لگی، لوگوں کی نجی ملکیت کی خواہش بڑھنے لگی۔ مزدوری کے بدلے اجرت میں اشیا دینے کا رواج بڑھنے لگا اور پورے کا پورا خاندان ایک جگہ کام کرنے لگے۔ جاگیرداری نظام کے بعد سرمایہ داری کو فروغ ملنا شروع ہوا اور اس نظام میں اثاثہ نجی ملکیت بنا اور کام کے بدلے اجرت میں پیسہ دینے کا رواج عام ہوا۔

16 اکتوبر: بھوک کا عالمی دن

کراچی یونیورسٹی سیمینار

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی نے 16 اکتوبر کے دن کو 'عالمی دن برائے خوراک کی بجائے عالمی دن برائے بھوک'' مناتے ہوئے کراچی یونیورسٹی میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا۔ سیمینار کا مقصد ملک میں خوراک کے بحران کو واضح کرنا تھا کہ کون سی ایسی بیرونی اور اندرونی وجوہات اور طاقتیں ہیں جن کی وجہ سے پاکستان کی آبادیاں خصوصاً کسان دیہی آبادیاں جو خوراک پیدا کر کے دنیا بھر کے انسانوں کی بھوک مٹاتی ہیں لیکن خود ہمیشہ بھوک کا شکار رہتی ہیں؟

سیمینار میں پاکستان اسٹڈی سینٹر سے تدریس کے شعبے سے وابستہ نیون حیدر نے

اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سرمایہ دار طبقے نے تمام زرعی اجناس کو منافع اور کاروبار میں شامل کر لیا ہے جس کے ذریعے خوراک اور غلہ جمع کر کے قیمتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے اور نتیجتاً غریب آبادیوں کو بھوک اور افلاس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غریب آبادیوں، پسے ہوئے طبقات، چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کے حوالے سے سندھ کے صوفی بزرگ شاہ عنایت شہید کی مثال دیتے ہوئے پاکستان اسٹڈی سینٹر کے شاگرد طارق حسین نے کہا کہ 300 سال پہلے سندھ دھرتی پر شاہ عنایت شہید نے کسانوں کے حقوق کے لیے زمینداروں کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہوں نے ''جو کھیڑے سو کھائے'' کا نعرہ لگا کر آنے والی نسلوں کے لیے راستہ ہموار کیا کہ زمین پر اس کا حق ہوتا ہے جو اس پر کام کرتا ہے۔

کسانوں کے ابتر حالات کا احاطہ کرتے ہوئے ماہر معاشیات ڈاکٹر شاہدہ وزارت نے کہا کہ ملک میں موجود جاگیرداری نظام اور زمینوں پر بڑی بڑی کمپنیوں کی سرمایہ کاری کی وجہ سے غریب کسانوں کی بدحالی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور وہ سرمایہ دار منافع کو بڑھانے کے خاطر زمینوں پر بڑی بڑی مشینوں سے ایک ہی قسم کی فصلوں کی کاشتکاری کرتے ہیں جس کی وجہ سے زمین پر کام کرنے والے مزدور کسان بے روزگار ہو جاتے ہیں کیونکہ جب تک وہ زمین پر کام کرتے ہیں ان کو غلہ ملتا ہے لیکن مشینری طرز کاشت کاری سے وہ ایک دم سے زمین سے فارغ ہو جاتے ہیں اور خوراک تک رسائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

خوراک کی محرومی کو بیان کرتے ہوئے پاکستان کسان مزدور تحریک سندھ ضلع ٹنڈو محمد خان کے گاؤں عمریو بھیل سے ایک بے زمین کسان عورت سمی کارو نے اپنے حالات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اپنا پیٹ پالنے کے لیے ہم عورتوں کو مردوں کے ساتھ اکھٹے زمین پر کام کرنا پڑتا ہے۔ خوراک کی کمی کی وجہ سے ہمارے بچے اکثر بیمار رہتے ہیں۔ گاؤں میں بنیادی سہولتوں کے حوالے سے سمی کارو نے کہا کہ ہمارے گاؤں میں نہ تو پینے کا صاف پانی ہے، نہ ہسپتال ہے اور نہ ہی اسکول ہے، ہم لوگ سوکھی روٹی لال مرچ کے ساتھ کھا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

کسان تحریکوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے پاکستان کسان مزدور تحریک کے نیشنل کوآرڈینیٹر علی اکبر نے کہا کہ برصغیر میں کئی کسان تحریکیں اٹھیں جن میں خیبر پختون خواہ سے ہشت نگر تحریک اور سندھ سے حیدر بخش جتوئی کی ہاری تحریک مشہور ہیں۔ سندھ کی سرزمین کسان تحریکوں کے حوالے سے کافی زرخیز ہے۔ آج مجھے انتہائی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ آج کا نوجوان دیہی آبادیوں میں بسنے والے لوگوں کے مسائل کو نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ ان کے حل کے لیے کوششیں بھی کر رہے ہیں لیکن اب بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر ان پسے ہوئے طبقات چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے ساتھ جڑ کر ان کی آواز کو طاقت ور بنائیں۔

بڑھتے ہوئے خوراک کے بحران، قیمتوں میں اضافے اور مسائل کی چکی میں پسنے والی دیہی آبادیوں میں چھوٹے کسانوں کے حالات کو حکومتی زرعی پالیسیوں سے جوڑتے ہوئے ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے بتایا کہ ملک کی 50 فیصد زرعی زمین کا رقبہ صرف چار فیصد گھرانوں کے پاس ہے اور باقی 50 فیصد زرعی زمین 96 فیصد گھرانوں کے پاس ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر زمین کی غیر مساویانہ تقسیم کی وجہ سے چھوٹے اور بے زمین کسان خوراک کی کمی کا شکار رہتے ہیں۔

زرعی پالیسیوں کو نیولبرل ایجنڈا سے جوڑتے ہوئے انھوں نے مزید بتایا کہ 2001 میں حکومت پاکستان نے کارپوریٹ فارمنگ کا بل پاس کیا، جس کے ذریعے بیرونی سرمایہ کار کمپنیوں کے لیے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ بیرونی بین الاقوامی کمپنیاں اناج، پھل، سبزیاں اور دودھ وغیرہ کو دیہی آبادیوں سے سستی قیمتوں میں حاصل کرنے کے بعد ڈبوں میں بند کر کے ہمیں ہی فروخت کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف خوراک کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ کمپنیوں کی محتاجی بھی کرنی پڑتی ہے۔

زمین پر بیرونی سرمایہ کاری کی مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کہا کہ سندھ کے ضلع میرپور خاص میں ابوظہبی کی کمپنی الدھرا کو سندھ کے زرعی وزیر علی نواز شاہ نے اپنی زمین میں سے 3,200 ایکڑ زمین ٹھیکے پر دے رکھی ہے جس پر الفا الفا نامی گھاس کی پیداوار کر کے عرب عمارات میں برآمد کی جاتی ہے۔ اتنی زمین سے کم از کم پانچ گاؤں کی آبادیاں متاثر ہوئی ہیں جن کا گزر بسر صرف زراعت پر ہوتا تھا۔ اس وقت ہمارے ملک کی لاکھوں ایکڑ زمین بیرونی سرمایہ کاروں کو دی جا رہی ہے جس سے ہمارے کسانوں اور مزدوروں کی روزی ختم ہوتی جا رہی ہے۔

سیمینار میں موجود شرکاء کو مخاطب کرتے ہوئے ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کہا کہ

خوراک کا مسئلہ صرف کسان کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ مسئلہ تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے سارے انسانوں کا ہے۔ چونکہ ہم پڑھے لکھے ہیں لہذا ہم پر سب سے پہلے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان مسائل کو حکومتی ایوانوں تک پہنچائیں۔ سماج کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے چھوٹے اور بے زمین کسان اور دیہی آبادیوں کے مسئلے کے حل کی طرف بڑھیں۔ اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔

پریس کانفرنس اسلام آباد

پاکستان کسان مزدور تحریک کی طرف سے بھوک کا عالمی دن اور زمین پر قبضہ نامنظور کے عنوان سے اسلام آباد میں پریس کانفرنس منعقد کی گئی۔ پریس کلب اسلام آباد میں صحافیوں کو تفصیلات بتاتے ہوئے پاکستان کسان مزدور تحریک کے ممبران نے کہا کہ ہر سال کی طرح اس سال بھی دنیا بھر میں 16 اکتوبر کا دن خوراک کے عالمی دن کے طور پر منایا جا رہا ہے لیکن پاکستان کسان مزدور تحریک اس دن کو بھوک کا عالمی دن قرار دے رہی ہے۔ صحافیوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے تحریک کے ممبران نے کہا کہ بھوک کے عالمی دن کو منانے کا مقصد دراصل دنیا میں بڑھتی ہوئی بھوک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں غذائی بحران کو مدنظر رکھتے ہوئے منعقد کیا گیا ہے۔

صحافیوں کو مزید بتاتے ہوئے تحریک کے ممبران نے کہا کہ کئی غیر ملکی کمپنیاں اب تیسری دنیا کے ممالک میں زرعی زمین کو لیز پر حاصل کر کے زرعی اجناس کی پیداوار کو بیرونی منڈیوں کے لیے اگا رہی ہیں جس کی وجہ سے دنیا کی کثیر آبادیاں خوراک سے محروم ہوتی جا رہی ہیں۔ سندھ کے ایک ادارے ٹی سی سی آر کی سربراہ زبیدہ بروانی نے سندھ کے نئے حکومتی منصوبے ذوالفقار آباد پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس نئے شہر کے آباد ہونے سے ہزاروں کسان زمینوں سے بے دخل ہو جائیں گے اور یہاں کی مقامی آبادیوں کے طرز زندگی اور روزگار شدید متاثر ہوں گے۔

بھوک کا عالمی دن: زمینوں کے قبضے کے خلاف کسانوں کا مظاہرہ

صوبائی رابطہ کار، پاکستان کسان مزدور تحریک: راجہ مجیب

ہر سال دنیا بھر میں 16 اکتوبر کو خوراک کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں جس میں زیادہ تر تحفظ خوراک پر بات کی جاتی ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک اس دن کو عدم خوراک یعنی خوراک کی کمی کا عالمی دن کے طور پر مناتی ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک کا ماننا ہے کہ ہمارے ملک کی کثیر آبادی کے پاس دو وقت کا کھانا میسر نہیں جبکہ 30 فیصد آبادی سے زائد بھوک کا شکار ہے جو کہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ جب ملک میں خوراک میسر ہی نہیں تو خوراک کے عالمی دن کو بطور بھوک کا عالمی دن منانا چاہیے۔ اس سوچ پر قائم رہتے ہوئے سال 2011 میں بھی پاکستان کسان مزدور تحریک نے ملک کے مختلف علاقوں میں پریس

کانفرنسوں کا انعقاد کر کے اپنے خیالات دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ رواں سال 16 اکتوبر، 2012 میں اسلام آباد میں پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور سندھ میں ہڑتال کی وجہ سے 17 اکتوبر کو پریس کلب حیدرآباد کے سامنے پاکستان کسان مزدور تحریک کی جانب سے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس احتجاج میں پاکستان کسان مزدور تحریک سے وابستہ ٹنڈو محمد خان، بدین، میرپور خاص، گھوٹکی اور سکھر اضلاع کے ساتھیوں نے شرکت کی۔

اسی موقع پر پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کی طرف سے سندھ کی ساحلی پٹی پر حکومت کی جانب سے اعلان کردہ جدید شہر ذوالفقار آباد منصوبے سے متاثر ہونے والے لوگوں کو بھی احتجاج میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تاکہ اس منصوبے سے متاثر ہونے والے غریب لوگوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا جا سکے۔ اس احتجاج میں عورتوں کی بڑی تعداد شریک تھی۔

احتجاج کا آغاز پریس کلب سے ایک ریلی کی صورت میں کیا گیا، مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور بینرز اٹھائے ہوئے تھے۔ ریلی ڈسٹرکٹ کورٹ سے چکر لگا کر واپس پریس کلب پہنچی۔

احتجاجی مظاہرے میں شریک پاکستان کسان مزدور تحریک کی خواتین ممبران نے اپنے ہاتھوں میں کھانے پینے میں استعمال ہونے والے خالی برتن اٹھائے ہوئے تھے جن کو وہ مسلسل ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر دنیا کو پیغام دے رہے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، گھروں میں فاقہ کشی ہے، کثیر آبادی غربت میں ہے اور بہت ہی کم لوگوں کا بہت زیادہ وسائل پر قبضہ ہے۔ لہذا عالمی دن برائے خوراک حقیقت میں ہمارے لیے بھوک کا عالمی دن ہے۔

چاچا محمد شریف سے بات چیت 'کل اور آج'

بستی پٹواری والی، چک نمبر 15 ملتان کے مقیم 60 سالہ چاچا محمد شریف ایک چھوٹے کسان ہیں جو اپنے بیٹوں کے ساتھ زمین کی کاشت کرتے ہیں۔ فصلوں کی کاشت کے حوالے سے انھوں نے بتایا کہ وہ کئی ایک اقسام کی فصلیں کاشت کرتے ہیں جن میں کپاس، گندم، چاول سبزیاں اور پھل وغیرہ شامل ہیں۔ آج سے 40-30 سال پہلے کے دور کی بات کرتے ہوئے چاچا محمد شریف نے بتایا کہ پہلے ہم لوگ بے فکر ہوتے تھے، کھانے پینے کی چیزوں میں کمی نہیں ہوتی تھی، گھروں میں اناج رکھا ہوتا تھا۔ آج کے کسان اپنی تمام فصل فروخت کر کے

بیج، کیمیائی کھاد، زہریلی ادویات، پانی اور ٹریکٹر وغیرہ کے خرچے ادا کرتے ہیں۔

روایتی کاشت کاری کے حوالے سے بتاتے ہوئے چاچا محمد شریف کہتے ہیں کہ انگریز کے دور سے پہلے یا انگریز کے شروع دور میں نہری نظام نہیں تھا۔ پانی کے صرف دو ذرائع ہوتے تھے ایک کنواں اور دوسرا بارانی کاشت کاری۔ اگر تھوڑا بہت نہری نظام تھا بھی تو سردیوں کے چھ ماہ پانی نہیں آتا تھا۔ چونکہ گندم کی بوائی سردیوں کے موسم میں ہوتی ہے لہذا اس موسم میں کاشت کار صرف بیج کا چھٹا دیتے تھے اور بغیر پانی کے گندم پک جاتی تھی۔ ہاتھ سے کاٹ کر بیلوں کے ذریعے ان سے دانے نکالتے تھے۔ پھر ہاتھ والی چکی پر گندم پیس کے آٹا گوندتے تھے۔ اگر اس آٹے کو ہم دو بندے کھینچتے تھے تو بھی آٹا نہیں ٹوٹتا تھا۔ ایک مرتبہ اس آٹے کی روٹی کھانے کے بعد سارا دن بھوک نہیں لگتی تھی اور تین دن تک وہ روٹی سوکھتی نہیں تھی۔ دیسی گائے کا دودھ، مکھن اور لسی کھا کر ایک بندہ شیر جتنی طاقت رکھتا تھا۔ اب تو مویشیوں کے لیے اصل چارہ جوار، لوسن، برسین بھی ختم ہو چکے ہیں۔ آج کل انسانوں میں وجود تو ہے، شکل صورت بھی اچھی ہے، چلتے پھرتے بھی ہیں لیکن اصلی خوراک نہ ہونے کی وجہ سے وہ طاقت نہیں ہے۔

روایتی اور دیسی چیزوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ابھی بھی کئی لوگوں کے پاس دیسی مویشی ہیں جن میں پلپری اور پہاڑی بکریوں کے اقسام مشہور ہیں لیکن اب تو اصلی جانور صرف شوقین ہی اپنے شوق کے خاطر رکھتے ہیں۔ پہلے جٹ کسان دیسی گائے کا ٹھنڈا اور میٹھا دودھ پیتے تھے اور وہ گائے 9 سے 10 کلو دودھ روزانہ دیتی تھیں لیکن اب تو دیسی گائے کی وہ نسل بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ دیسی روایتی بیجوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اب تو بیج بھی شاید ختم ہو گئے ہیں، پہلے 591 گندم ہوتی تھی جو ایک دو پانی میں تیار ہو جاتی تھی۔ اس کی بالی بھی لمبی ہوتی تھی۔ فصل پکنے کے بعد اس سے مویشیوں کا چارہ بھی کافی نکلتا تھا۔ گندم کی ایک اور قسم جسے ڈرگ کہا جاتا تھا بہت اچھی ہوتی تھی لیکن اب تو ہر چیز میں تبدیلی آ گئی ہے۔

پہلے وقتوں میں جوار وغیرہ کی پیداوار زیادہ ہوتی تھی کیونکہ اس وقت گندم اتنی عام نہیں ہوئی تھی۔ جوار اور گندم کا فرق بتاتے ہوئے چاچا محمد شریف نے بتایا کہ، ”جوار میں طاقت زیادہ اور گندم میں کم ہوتی ہے کیونکہ جوار ٹھنڈی ہے اور گندم گرم ہے البتہ جوار کے بنسبت گندم کی اوسط پیداوار زیادہ ہوتی ہے“۔ جوار کی پیداوار پر واپس جانے کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ اب جوار کی پیداوار پر واپس نہیں جا سکتے کیونکہ جوار کی روٹی کھانے کو عیب سمجھا جاتا ہے، ”جس گھر میں جوار کی روٹی پکتی ہے اس کے پڑوسی اور رشتہ دار اسے غریب سمجھتے ہیں“۔

کسانوں کے حالات کی بہتری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے چاچا محمد شریف نے کہا کہ کاشتکار کی روزی روٹی وسائل سے جڑی ہوئی ہے اگر کسان کو پانی بیج وغیرہ جیسے وسائل میسر ہونگے تو ان کے حالات بھی بہتر ہونگے۔ اگر وسائل نہ ہو تو کیا اپنی مدد آپ نہیں کرنی چاہئے؟ اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ کسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زمین میں زیادہ سے زیادہ محنت کرے۔ دوسرا یہ ہے کہ آج کل کھاد، ڈی اے پی فرٹیلائزر اور اسپرے وغیرہ دو نمبر اور نقصاندہ ہیں۔ کھاد اور اسپرے وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ زمین میں کھاد ڈال ڈال کے ہم نے زمین کو عادی کر دیا ہے۔ اب اگر کھاد نہیں ڈالتے تو پیداوار کم ہوتی ہے لیکن اس ملک میں کاشت کاری یا زراعت کے حوالے سے کوئی نہیں سوچ رہا۔ ہر مسئلے پر بات ہوتی ہے، ہر مسئلے پر ہر گروپ کی میٹنگ، ہڑتال ہوتی ہے، لیکن ایک کسان طبقہ ہے جو اپنے مسائل کے لیے میٹنگ نہیں کر سکتا، ہڑتال نہیں کرتا۔ اگر کسان ہڑتال کر لیں، فصل اگانا بند کر دیں تو اچھے اچھوں کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔

لوسیٹا فلپائن کے کسانوں کی کامیابی پر اے پی سی کی مبارکباد

ہاسنڈہ لوسیٹا، فلپائن کے کسانوں کی سابق صدر اکینو کے خاندان کے خلاف پچھلی کئی دہائیوں پر مشتمل جدوجہد میں کامیابی پر ایشین پیزنٹ کولیشن (اے پی سی) نے مبارکباد کا پیغام دیا ہے۔ فلپائنی سپریم کورٹ نے مورخہ 24 اپریل کو کسانوں کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔

عدالت نے نومبر، 2011 کا اپنا فیصلہ برقرار رکھا، جس میں عدالت نے 4,916 ہیکٹر زمین کو کسانوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ عدالت نے اپنے حتمی فیصلے میں اکینو خاندان کی اس درخواست کو بھی خارج کر دیا جس میں زمین کی قیمت موجودہ مارکیٹ ریٹ کی بنیاد پر دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ عدالت نے زمین کی قیمت 1989 کے نرخ پر مقرر کر دی۔ جن دنوں حکومت نے زرعی اصلاحات کا پروگرام متعارف کروایا تھا۔

نومبر، 2011 میں عدالت نے متفقہ طور پر آمادگی ظاہر کی تھی کہ زمین 16,296 ایسے کاشتکاروں کو تقسیم کر دی جائے جو اس زمین پر پہلے سے کھیتی باڑی میں مصروف تھے۔

اس موقع پر کسان عورتوں کی فیڈریشن کی صدر زینائی ڈہ سوریانو نے کہا کہ ”یہ حقیقی زرعی اصلاحات کی فتح ہے۔ یہ کامیابی ایشیاء اور دنیا کے دیگر کسانوں کی جدوجہد کو جاری رکھنے کے لیے پر اثر واقع ہے“۔

کے ایم پی کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ”لیکن لوسیٹا کے کسانوں کو ان طاقتوں سے مستقل چوکنا اور چوکس رہنے کی ضرورت ہے جو اس کامیابی کے انکاری ہیں“۔

اے پی سی نے لوسیٹا کے کھیت مزدوروں میں بھی فوری اور مفت زمین کی تقسیم کا مطالبہ کیا ہے۔

موسمی بحران: پائیدار حل کی ضرورت

ضلعی رابطہ کار، پاکستان کسان مزدور تحریک: علی نواز جلبانی

2010 میں اگست کے مہینہ کی شروعات دریائے سندھ میں ایک بڑے سیلاب سے ہوئی، 4 اگست کو سیلابی ریلا گڈو کے مقام سے سندھ میں داخل ہوا تو ساتھ میں ہی بارشوں کا نہ رکنے والا سلسلہ بھی شروع ہوگیا، دریائی علاقے کے لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہوکر بچاؤ بند پر کھلے آسمان تلے بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں پر مدد کرنے والے لوگوں کی رسائی بھی ممکن نہ تھی کیونکہ بارش ہرطرف تباہی مچارہی تھی، ضلع گھوٹکی میں سیلاب اور بارشوں نے زندگی مفلوج کردی تھی جس سے ہزاروں لوگ بے گھر اور لاکھوں ایکڑ کھڑی فصل تباہ ہوگئی تھی۔

2011 کی سیلابی بارشوں نے سندھ کے 9 اضلاع میں تباہی مچائی جس میں ضلع گھوٹکی کی تحصیل ڈھرکی شدید متاثر ہوئی لیکن ڈھرکی کی تباہی پر کسی نے کان نہ دھرا۔ ان دو سالوں کے دکھ درد ابھی تازہ ہی تھے کہ 2012 میں سندھ کے شمالی اضلاع میں تاریخ کی بدترین بارشوں نے تباہی برپا کردی، خیرپور، سکھر، شکارپور، جیکب آباد، کندھ کوٹ اور گھوٹکی میں کئی دنوں تک بارشوں کا سلسلہ جاری رہا، ان دنوں میں دو دن تیز بارش ہوئی جو کہ گھوٹکی میں 275 ملی میٹر ریکارڈ کی گئی۔

کپاس، چاول اور گنے کی تیار فصل تباہ ہوگئی۔ گھوٹکی ضلع کے ڈی سی کی جانب سے پیش کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق 1,76,253 ایکڑ پر کپاس کاشت تھی جس میں سے 78 فیصد فصل تباہ ہوگئی، 10,389 ایکڑ پر چاول کی فصل کاشت تھی جس میں سے 30 فیصد فصل تباہ ہوگئی۔ 49,840 گھروں کو نقصان پہنچا جس میں سے 8,357 گھر مکمل طور پر تباہ ہوگئے، 143 لوگ زخمی اور 20 لوگ موت کا شکار ہوئے۔ 2010 کے سیلاب کو سپر فلڈ کے نام سے جانا جاتا ہے لیکن اس سیلاب میں ضلع گھوٹکی میں کوئی بھی جانی نقصان نہیں ہوا تھا جبکہ 2012 کی بارشوں میں 20 افراد ہلاک ہوئے۔

2010 کے سیلاب کے بعد کچھ علاقوں میں سرکاری اور غیر سرکاری اداروں نے امداد کی لیکن 2012 میں لوگوں کو اپنے حال پر بے سہارا چھوڑ دیا گیا۔ 26 جون، 2012 سے پرونشل ڈیزاسٹر منیجمنٹ اتھارٹی کی جانب سے ہائی الرٹ جاری کی گئی تھی جبکہ بارشیں اس اعلان سے 70 دن بعد شروع ہوئی تھیں لیکن آفات کے بعد جب زخمیوں کو اسپتال میں لایا جارہا تھا تو ڈاکٹر تو دور کی بات وہاں کوئی اسٹریچر اٹھانے والا موجود نہ تھا۔

بارشوں کو گزرے 80 دن سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ حکومت سندھ کے نمائندگان سینہ تان کر میڈیا میں کہہ رہے ہیں کہ گھوٹکی کے تمام متاثرین کی مدد کی گئی ہے اور بارشوں کا پانی نکال دیا گیا ہے! حقیقت اس کے برعکس ہے، تحصیل اوباڑو کا 50 فیصد سے زائد رقبہ اور باقی ضلع کی 8 یونین کونسلوں کی زرعی زمین ابھی تک پانی میں ڈوبی ہوئی ہے جس پر گندم کے فصل کو کاشت نہیں کیا جاسکتا۔ بارش کا پانی بہت دنوں تک زمین پر کھڑا رہنے سے زمین کی زرخیزی ختم ہونے کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔ وبائی بیماریوں میں اضافہ ہوگیا ہے، مویشیوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ تیز ہوگیا ہے۔ آئے دن لوگ احتجاج کررہے ہیں لیکن کوئی بھی ان پر دھیان دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔

مہنگائی اور تین سال سے مسلسل زرعی فصل تباہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی معاشی صورتحال پر بہت برے اثرات مرتب ہورہے ہیں جس سے معاشرے میں افراتفری اور سماجی برائیاں جنم لے رہی ہیں اور چوری اور ڈکیتی کے واقعات میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔

موسم کی اس بے رحم تبدیلی کے خاتمے کے لیے ہمیں ماحول پر اثرانداز ہونے والی وجوہات پر غور و فکر کرتے ہوئے اس کا پائیدار حل تلاش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک: تعارف

پاکستان کسان مزدور تحریک؛ ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ اس نے اگرچہ پاکستان کسان مزدور تحریک کا نام 2010 میں اختیار کیا لیکن بحیثیت کسان مزدور تنظیم یہ 2008 سے سرگرم عمل ہے۔ اس دوران تنظیم پاکستان کسان سنگت کے نام سے جانی جاتی رہی۔ اس کے اہم اہداف میں زراعت اور زرعی مسائل کے بارے میں عوامی بیداری، پائیدار زراعت اور خوراک کی خودمختاری شامل ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی اہم ذمہ داریوں میں ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے لیے حقوق، خوراک کی خودمختاری اور پائیدار زراعت کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ پاکستان کسان مزدور تحریک میں فیصلہ سازی کور گروپ (مرکزی گروپ) کے ذریعے کی جاتی ہے اور تنظیمی ڈھانچے کے لیے تحریک کے ممبران عہدیداروں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں مرکزی کوآرڈینیٹر، صوبائی کوآرڈینیٹر اور ضلعی کوآرڈینیٹر شامل ہیں۔

تحریک کے بنیادی اصول

پاکستان کسان مزدور تحریک مذہب، رنگ، نسل، علاقائی اور لسانی تعصب سے بالاتر ہوکر مندرجہ ذیل اصولوں پر منظم ہونے کا عزم رکھتی ہے:

1۔ کسانوں بلخصوص خواتین کسانوں کے حقوق
2۔ خوراک کی خودمختاری
3۔ موسمی انصاف
4۔ پیداواری وسائل تک اختیار اور رسائی
5۔ اتحاد، یکجہتی اور جدوجہد